۳ بے ترتیبی

احمد جمال پاشا

جان پہچان

احمد جمال پاشا یکم جون ۱۹۳۲ء کو الہ آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ انھوں نے 'اودھ پنچ کی ادبی خدمات' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا اور ڈی۔لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ ایک عرصے تک روزنامہ 'قومی آواز' کے شعبۂ ادارت سے وابستہ رہے۔ انھوں نے اسلامیہ کالج سیوان میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔

احمد جمال پاشا اُردو کے اہم مزاح نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں معاشرے کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے اور ایسے کردار پیش کیے ہیں جو سماجی ناہمواریوں اور بدعنوانیوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ ان کا مضمون 'ادب میں مارشل لا' طنز کی عمدہ مثال ہے۔ احمد جمال پاشا نے آخری عمر میں انشائیہ نگاری کی تحریک سے متاثر ہو کر اس صنف کے فنی لوازمات کا خیال رکھتے ہوئے انشائیے تحریر کیے۔ ان میں 'ہجرت، بے ترتیبی، بلیوں کے سلسلے میں' اور 'بور' قابلِ ذکر ہیں۔ احمد جمال پاشا نے فنِ انشائیہ نگاری سے متعلق مضامین بھی لکھے۔ 'اندیشۂ شہر، چشمِ حیراں' اور 'مضامینِ پاشا' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۶ء کو پٹنہ میں ان کا انتقال ہوا۔

بے ترتیبی عین فطرت ہے۔ اس دنیائے آب و رنگ کی سب سے بڑی ترتیب یہی ہے کہ کوئی ترتیب نہ رہ جائے جس کے سب سے بڑے گواہ ہمارے اِرد گرد بکھرے ہوئے مظاہرِ فطرت ہیں۔ فطرتِ انسانی بھی تو آخر نیچر ہی کی تابع ہے جس میں نہ جانے کتنے نظامِ شمسی اور لاتعداد جہان بلا کسی ترتیب کے اپنے اپنے مدار پر گردشِ ماہ و سال میں مصروف ہیں۔

میری نگاہوں کے سامنے لامحدود نیلگوں آسمان کتابِ فطرت کی طرح کھلا ہوا ہے جس پر بے شمار ستارے اور سیارے انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ جل اور بجھ رہے ہیں۔ بالکل فوج کی طرح میدانِ جنگ میں بکھرے ہوئے، پھیلے ہوئے اس بے ترتیبی میں عجب شانِ ترتیب ہے۔ چھوٹے، بڑے، دور، قریب، مدھم، روشن بلب کی طرح بھڑکتے اور فیوز ہوتے، روشنی کی لکیر بناتے ہوئے غائب ہو جانے والے تارے!

شام کو میری بہترین تفریح آسمانی بائیسکوپ ہے۔ چار پائی پر لیٹا ہوا، اپنے وجود سے بے نیاز آوارہ بادلوں کے رنگ برنگے ٹکڑوں سے بنتی مٹتی تصویریں دیکھتا رہتا ہوں۔ ایک بڑا سا بادل سمٹ کر پہاڑ بن گیا۔ پہاڑ کا دامن بڑھتے بڑھتے اونٹ بن گیا۔ اونٹ کے نیچے پہاڑ نظر آنے لگا۔ جو پارۂ ابر چڑیا معلوم ہو رہا تھا، اب ہاتھی سے بھی بزرگ تر سیمرغ بن بیٹھا۔ اس کی دیومالائی چونچ تحلیل ہو کر بڑا سا انسانی چہرہ بن گئی جس کے گدھے کی طرح لمبے لمبے کان نمودار ہو گئے، سونڈ نکل آئی، جو بڑھتے بڑھتے اژدہا ہو گئی۔ اژدہا بڑھ کر گھڑیال معلوم ہونے لگا، سمٹا تو قطب مینار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ مینار پھیل کر نیلی جھیل میں تبدیل ہو گیا، جھیل پہاڑوں میں روپوش ہو گئی۔ نفسِ انسانی کی طرح ان سیماب پا ابر پاروں کو قرار نہیں۔ بادل کے ٹکڑے یوں پلک جھپکنے میں بدل جاتے ہیں جیسے آدمی بات بدل دیتا ہے۔ بادل تو دھرتی کا عکس ہیں۔ ان میں انسانی فطرت جھلکتی ہے۔ یہ بھی باہر کے آدمی کی طرح اندر سے کچھ، باہر سے کچھ، جیسے انسان کے دل میں کچھ ہوتا ہے، دماغ میں کچھ، منہ پر کچھ، پیٹھ پر کچھ، حلق میں کچھ اور زبان پر کچھ۔ خیال کی طرح بادل میں بھی سرے سے کوئی ترتیب ہی نہیں ہوتی۔ دراصل بادل بھی انسان کی طرح باطنی ترتیب سے آراستہ و پیراستہ ہیں اسی لیے ظاہر میں ان کا

حسن بھی چکا چوند کرتا رہتا ہے۔

جب بھی ہوائی جہاز سے اس جہانِ گزراں کے مشاہدے کا موقع ملا تو یہ سجے سجائے شاد و آباد شہر، بستیاں، سنسان میدان، ویران ریگستان، آسمان سے باتیں کرتے سلسلۂ کوہ، چوڑے چکلے دریا اور بے کراں سمندر عجب بے ہنگم نظر آئے۔ گویا ماقبل تاریخ کے زندہ عجائب گھر یا برٹش میوزیم کا نظارہ کررہے ہوں۔ ٹیڑھی میڑھی لکیریں، اونچی اونچی قطاریں، لہریے دار روشنی کی زنجیریں جو اپنے حصار میں طلسمِ ہوش رُبا کی طرح شہروں اور آبادیوں کو لیے ہوتی ہیں۔ غار، کھڈ، ٹیلے ؛ ہر شے ٹیڑھی میڑھی، آڑی ترچھی، دھیرے دھیرے غائب ہونے والی بھول بھلیّاں، رفتہ رفتہ جس کی ہر شے روشن اور تاریک دھبوں میں تبدیل ہوکر دھند میں تحلیل ہوجاتی ہے۔

جب بھی گلوب کا نظارہ کرتا ہوں تو مجھے بیشتر ممالک کے چہرے مختلف جانوروں کے مماثل نظر آتے ہیں۔ براعظم مختلف بحرِ اعظموں سے اس طرح گھرے ہوئے ہیں جیسے کوئی عجیب الخلقت جانور درندوں میں گھرا ہوا ہے۔ ہر براعظم یا بڑے ملک کے ساتھ اس کا دم چھلا بھی نظر آتا ہے جیسے بڑے آدمی کے ساتھ اس کا مصاحب۔ آسٹریلیا کے ساتھ نیوزی لینڈ، ہندوستان کے ساتھ لنکا، افریقہ کے ساتھ مڈگاسکر، یورپ کے ساتھ سسلی۔ کچھ ملک ماقبل تاریخ کے دیو پیکر جانوروں کی طرح بے ڈول لحیم وجسیم جیسے روس اور چین، کچھ گھریلو پالتو جانوروں کی طرح ننھے منے جیسے انگلستان یا جاپان۔ شاید اسی وجہ سے ہر ملک کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔

میرے خیال میں ترتیب جنت کی ہر شے میں ہوگی اسی لیے اس کی بہترین تعریف ہی فردوسِ نظر ہے۔ ترتیب تو آسمانی شے ہوئی، جیتے جی اس دنیا میں کوئی ترتیب ممکن نہیں۔ میں روزانہ جن کاموں کی فہرست بناتا ہوں، اس کی ایسی ترتیب ہوتی ہے کہ ڈرائنگ روم یا آراستہ و پیراستہ مکان کی طرح ہر چیز قرینے سے سجی سجائی لیکن گھر سے برآمد ہوتے ہی کاموں کی ترتیب تاش کے پتوں کی طرح بکھر جاتی ہے۔ اس بے ترتیبی کا دن بھر کا حاصل وہ ترتیب ہوتی ہے جو زندگی کرنے کے لیے ضروری ہے۔

بے ترتیبی زندگی میں ترتیب کا شعور عطا کرتی ہے۔ میں کتنے لوگوں کو روزانہ حواس باختہ دیکھتا ہوں۔ ان کی کوئی چوُل سیدھی نظر نہیں آتی لیکن جب ان کے گھر جائیے تو حیرت میں پڑ جائیے کہ وہ کتنی باقاعدہ سجی سجائی، دھلی دھلائی، مکلّف اور ڈرائی کلین زندگی گزار رہے ہیں۔

مشقی سرگرمیاں

✻ ذیل کی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ مصنف کے مطابق بے ترتیب مناظرِ فطرت کا بیان اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۲۔ 'بے ترتیبی عین فطرت ہے۔' اس جملے کا مفہوم واضح کیجیے۔

۳۔ آسمانی بائیسکوپ سے دیکھے گئے مناظر بیان کیجیے۔

۴۔ مصنف نے ہوائی جہاز سے جو مشاہدہ کیا، اسے لکھیے۔

۵۔ گلوب کے نظارے تحریر کیجیے۔

۶۔ ترتیب سے متعلق مصنف کی رائے کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۷۔ 'بے ترتیبی زندگی میں ترتیب کا شعور عطا کرتی ہے۔' اپنی رائے لکھیے۔